مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی۔ بنگلور ۵۷ (انڈیا)

برائے اشاعت الحق

عورت کی معاشی و تمدّنی سرگرمیاں

اسلام کی نظر میں

(نوٹ:۔ یہ مقالہ دھلی کے ایک سیمنار میں "عورت اور اسلام" کے موضوع پر پیش کیا گیا تھا)

موجودہ دور میں تمدن جدید نے جو مسائل پیدا کر دئے ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم مسئلہ جدید معاشرے میں عورت کی حیثیت اور اس کے مقام و مرتبے کے تعین کا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت پر دورِ قدیم میں بہت زیادہ ظلم ہوا ہے۔ اور اس کے حقوق نہایت بے دردی سے پامال کئے گئے ہیں۔ مگر اس کے برعکس دورِ جدید میں اس کو نہایت فراخ دلی کے ساتھ "حقوق" کے نام پر اتنے مراعات دئے جا رہے ہیں کہ اس کے فرائض و واجبات کا خانہ ہی خالی ہوتا جا رہا ہے۔ اس طرح دونوں صورتوں میں افراط و تفریط نظر آتی ہے۔ لہذا عورت کے ساتھ انصاف یہ نہیں ہے۔ کہ اس کو اس کے اصل دائرہ کار سے ہٹا کر اس کے فرائض منصبی کی ادائیگی سے غافل کر دیا جائے۔ اس کا نتیجہ تمدنِ انسانی کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عورت اور مرد دونوں تمدنی انسانی کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک پہیہ بھی خراب ہو جاتے تو گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی۔

اس سلسلے میں بنیادی مسئلہ جس کی طرف سے اکثر لوگ اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ یہ ہے کہ کیا عورت اور مرد جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی حیثیت سے برابر برابر ہیں؟ ظاہر ہے کہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔ اور اثبات کا کوئی بھی مدعی نہیں ہے۔ بلکہ ماہرین حیاتیات کی تحقیق کے مطابق عورت جسمانی اعتبار سے بہ نسبت مرد کے بہت کمزور ہے۔ اور عورت کی یہ کمزوری اس لئے نہیں ہے کہ وہ مرد کی مطیع اور اس کی دست نگر بنی رہے بلکہ اس کا وظیفۂ طبعی اس سے زائد قوت کا متحمل ہی نہیں ہو سکتا جو فطرت نے اس کے سپرد کیا ہے۔ لہذا عورت مرد کی ہم پلہ بننے کی ہزار کوشش کرے وہ اس مرتبے تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے علامہ فرید وجدی کی معرکۃ الآرا کتاب "المراۃ المسلمہ" جس کا ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد نے "مسلمان عورت" کے نام سے کیا ہے۔

علامہ موصوف نے اپنی اس وقیع کتاب میں نہایت فاضلانہ طور پر ان تمام دلائل کا جائزہ لیا ہے جن کو آزادیِ نسواں کے علمبردار پیش کرتے ہیں۔ اور خود علماء یورپ کی تحقیقات اور ان کے اقوال کی روشنی میں اس بے بنیاد نظریہ کا مدلل طور پر رد کیا ہے کہ عورت ہر حیثیت سے مرد کی مساوی ہے اور اس کو ہر قسم کی معاشرتی، معاشی اور تمدنی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ نیز انہوں نے ان نظریات و تحریکات کے فروغ کے باعث یورپ کے مختلف ممالک میں اس کے جو لازمی اور خوفناک نتائج رونما ہوئے۔ ان سب کا بھی جائزہ لیتے ہوئے مستند اور ناقابل تردید حقائق پیش کئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آج عورت کی مکمل آزادی اور بے مہاری کے باعث مغربی ممالک میں حد درجہ افسوسناک معاشرتی، اخلاقی اور تمدنی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ان سے خود دانشورانِ یورپ تک پریشان ہیں اور علاج کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آرہا۔ بلکہ یہ ایک لا علاج مرض اور تہذیبِ جدید کا ناسور بن چکا ہے۔ یہ تہذیب جدید کی وہ آگ ہے جو اب مشرقی ممالک کو بھی جھلسانے لگی ہے۔

اسلام کا موقف | جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس نے عورت اور مرد کی فطرت اور ان کی ساخت و پرداخت کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں کو نہایت درجہ متوازن اور جامع حقوق عطا کئے ہیں۔ اور دونوں کے فرائض و واجبات کا بھی پوری انصاف پسندی کے ساتھ تعین کیا ہے۔ خصوصاً عورت چونکہ زمانۂ قدیم سے ایک مظلوم اور ستم رسیدہ ہستی چلی آرہی تھی۔ اس لئے اسلام نے عورت کے حقوق کا تعین اس کی فطرت کے تقاضے کے مطابق منصفانہ طور پر کیا ہے۔ اسلامی قوانین میں قدیم قوموں کے تمدنی قوانین کی طرح نہ افراط ہے اور نہ تہذیب جدید کے قوانین کی طرح تفریط۔ جو عورت کو سبز باغ دکھا کر اس کو گھر سے بے گھر کرنا اور اس کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ وہ مرد کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بن کر اس کے اشاروں پر ناچے۔

بہرحال اسلام میں عورت اور مرد دونوں انسان ہونے کی حیثیت سے مساوی مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور جہاں تک ان کے فرائض و واجبات کی ادائیگی کا تعلق ہے دونوں کا دائرۂ کار الگ الگ ہے۔ اسلام نے کنبے اور خاندان کا بوجھ یعنی معاشی ذمہ داریاں فطرت کے فیصلے کے مطابق مرد کے سپرد کی ہیں اور گھریلو انتظام و انصرام کا بار بوجھ اس کی جسمانی ساخت کے مطابق عورت کے ذمہ کیا ہے۔ ان دونوں کے ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی حقائق کے اعتبار سے یہ ایک صحیح اور فطری دائرۂ کار ہے اور اس میں کسی ایک کی بھی توہین و اہانت کا کوئی بھی پہلو نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو خود مرد ہی اپنی جگہ پر "مکمل" ہے اور نہ ہی عورت اپنی جگہ پر "کامل ہستی" ہو سکتی ہے۔ بلکہ ان دونوں کے ملاپ ہی سے ایک "کامل شخصیت" وجود میں آتی ہے۔

علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں:۔

" عورت کو وہ قوتیں عطا کی گئی ہیں جو اس کے قدرتی فرض کی انجام دہی میں مدد دیں۔ اور مرد کو جسمانی و عقلی قویٰ کی وہ طاقت بخشی گئی ہے جو اس کے تمدنی فرائض کی بجا آوری کا ذریعہ ہوں۔ پس اس حیثیت سے دونوں جنسوں کا درجہ "مساوی" ہے۔ اور دونوں نظام کائنات میں برابر کا حصہ رکھتے ہیں۔" (مسلمان عورت ص ۶۸)

مرد عورت کا کفیل ہے | اس فطری تقسیم عمل کے مطابق اسلام نے معاشی جدوجہد اور اہل و عیال کی ذمہ داریوں کا بوجھ مرد پر ڈالا ہے اور اسی اعتبار سے مرد ہی کو گھر اور خاندان کا منتظم اور ناظم اعلیٰ قرار دیا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ۔

ترجمہ۔ مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنا مال (عورتوں پر) خرچ کرتے ہیں۔ لہذا (مردوں کی اس فطری برتری کا تقاضا ہے کہ) عورتیں صالح اور فرماں بردار رہیں۔ (سورہ نساء ۳۴)

اور حدیث شریف کی تصریح کے مطابق عورت کا نفقہ ہر حال میں مرد پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ عورت اپنا نفقہ نہ ملنے کی صورت میں مرد سے طلاق تک کا مطالبہ کر سکتی ہے

تقول المرأة اِمّا ان تطعمنی و اما ان تطلقنی۔

ترجمہ۔ عورت کہتی ہے کہ یا تو تم مجھے کھانا دو یا (سیدھی طرح) طلاق دیدو۔ (بخاری۔ کتاب النفقات)

بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر جب بیوی بچوں پر حسب ضرورت خرچ نہ کرتا ہو۔ یا بخل سے کام لیتا ہو یا وہ غائب ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر حسب ضرورت اپنا خرچ لے سکتی ہے بلکہ اس کو اس فعل پر نصف اجر و ثواب بھی ملے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ کی شکایت پر اجازت دیتے ہوئے فرمایا:۔

خذی ما یکفیك وولدك بالمعروف

ترجمہ:۔ اپنے شوہر کے مال سے معروف طور پر اتنا لے لو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہو جائے (بخاری۔ کتاب النفقات)

نیز ایک دوسری حدیث میں ہے۔

اذا انفقت المرأة من کسب زوجها غیر امره فله نصف اجره!

ترجمہ۔ جب عورت اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرتی ہے تو اس کو نصف اجر

ملے گا۔ (بخاری کتاب النفقات)

اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ نے جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اسلامی تمدن و معاشرت کے نہایت اہم اصول بیان کئے گئے ہیں اس میں بھی آپ نے نہایت صراحت کے ساتھ فرمایا۔

الا وحقھن علیکم ان تحسنو الیھن فی کسوتھنّ وطعامھنّ

ہاں دیکھو ان عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان سے ان کے کھانے کپڑے میں اچھا برتاؤ کرو (ترمذی)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت کی رو سے معاشی جدوجہد کی ذمہ داری اصلاً مرد پر ڈالی گئی ہے اور وہی اپنے بال بچوں کا کفیل ہے۔ اور جدید عائلی قوانین میں بھی عورت کا نفقہ مرد ہی کے ذمے واجب قرار دیا گیا ہے حتیٰ کہ موجودہ سیکولر عدالتوں کے ذریعہ بھی مطلقہ عورت تا سکو، جب تک کہ وہ دوسری شادی نہ کرلے مرد ہی سے نان نفقہ دلایا جاتا ہے۔

عورت مجبوری کی صورت میں کیا کرے؟ مگر اس کے باوجود عورت کو بیوہ ہونے کی صورت میں یا شوہر کی تنگ دستی کی وجہ سے یا کسی اور مجبوری کی بنا پر تلاش معاش کی ضرورت پڑ سکتی ہے جب کہ اس کا کوئی دوسرا کفیل یا سہارا نہ ہو یا کوئی اسلامی ملک یا معاشرہ اس کی کفالت کرنے والا موجود نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کو اجازت ہوگی۔ کہ وہ حالات کا اندازہ کرکے اپنے لئے کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی حکیمانہ شریعت میں اس باب میں کسی قسم کی ممانعت نہیں آئی ہے۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کے بعض واقعات کی روشنی میں ہمیں اس باب میں کافی رہنمائی ملتی ہے۔ جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی۔ مگر یہ بات ہر فرد اور خاندان کے اپنے مخصوص حالات کی بنا پر ہوگی۔ یہ نہیں کہ اس شخصی و انفرادی ضرورت کو پوری طرح قوم پر اجتماعی حیثیت سے مسلط کر دیا جائے۔

بہرحال اس صورت میں عورت پر دو قسم کی پابندیاں ہر حال میں ضروری ہوں گی۔ ایک یہ کہ وہ اپنے اصل دائرۂ کار میں رہتے ہوئے شوہر اور بچوں کے حقوق پوری طرح ادا کرتی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ وہ اسلامی ضابطۂ اخلاق کے مطابق تمام تہذیبی و تمدنی پابندیوں کو اپنے اوپر عائد کرنے والی ہو تاکہ اسلام نے جو خاندانی اور عائلی نظام بنایا ہے اس میں کسی قسم کا رخنہ پیدا نہ ہو اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر صالح بنیادوں پر ہو سکے۔

مگر عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ وہ عورتیں جو آج کل معاشی میدان میں کود کر مردوں کے ساتھ مسابقت کر رہی ہیں وہ ان تمام ضوابط سے آزاد نظر آتی ہیں۔ اور گھریلو ذمہ داریوں سے بھی اکثر و بیشتر گریز و فرار اختیار کر رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے طرح طرح کے معاشرتی و تمدنی مفاسد پیدا ہو رہے ہیں۔ اور تمدن جدید کی یہ عجیب حکمت عملی نظر آتی ہے۔ کہ مردوں کو بیکار رکھتے ہوئے عورتوں کو نوکری کی ترغیب دی جائے اور انہیں گھر سے

بے گھر کیا جائے۔ عورتوں کی نوکری یا کسب معاش کا مسئلہ تمدنِ جدید کا پیدا کردہ ایک مصنوعی مسئلہ ہے۔ جس کے پیچھے کوئی ٹھوس حقیقت و ضرورت دکھائی نہیں دیتی بلکہ عورت کے لئے یہ ایک غیر وضعی چیز نظر آتی ہے۔ جس کے چکر میں پڑ کر عورت عورت نہیں رہتی۔

عورت اور مرد کے حدود بہرحال اس موضوع پر کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ دیکھنا نہایت ضروری ہے کہ اسلام نے عورت کو کیا حقوق عطا کئے ہیں اور اس پر کیا کیا فرائض اور پابندیاں عائد کی ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ سرسری طور پر طے نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد ہی کسی نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے۔

اسلام چونکہ ایک حقیقت پسندانہ مذہب ہے۔ جس کے تمام قوانین نظام فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ اس لئے اس نے عورت اور مرد کے اجتماع کے تعلق سے چند حدود قائم کئے ہیں اور چند معاشرتی پابندیاں عائد کی ہیں۔ تاکہ سوسائٹی میں کسی قسم کی بے اعتدالی یا مفسدہ پیدا نہ ہو۔ اور ہر قسم کے شر و فساد کا سدِّباب ہو سکے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی اور بنیادی پابندی جو اس نے عائد کی ہے وہ یہ ہے کہ معاشرے میں مرد اور عورت کا آزادانہ میل جول رہنے نہ پائے۔ جو تمام فتنوں کی جڑ اور امّ الفساد ہے۔ لہٰذا وہ عورت کو پردے اور حجاب میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ہر قسم کے غیر محرم اور اجنبی مردوں سے میل ملاپ قائم کرنے کی سختی کے ساتھ ممانعت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عورت کو آزادانہ کسب معاش سے روکتا ہے اور یہ ذمہ داری مرد کے اوپر ڈالتا ہے۔ کیونکہ عورت حجاب میں رہتے ہوئے اور دیگر اخلاقی و معاشرتی حدود و ضوابط کو برقرار رکھتے ہوئے اس فریضے کو صحیح طور پر انجام نہیں دے سکے گی۔ اور پھر دوسری حیثیت سے عورت معاشی ذمہ داریوں کے چکّر میں پھنس کر اپنے اصل فرائض سے غافل ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ سوائے خاندان اور تمدن کی بربادی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ماہرین تمدن و اجتماع کی رائے ہے۔ اس حیثیت سے دیکھا جائے تو پردہ عورت کے لئے کوئی ذلت کی بات یا اس کے قیدی ہونے کی علامت نہیں۔ بلکہ اس کے حفظِ ناموس کے لئے ایک ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماہرینِ اخلاق کی رائے ہے کہ برائیوں کی روک تھام کے لئے سب سے پہلے ان ذرائع و وسائل کی روک تھام ضروری ہے۔ جو ان برائیوں تک لے جانے والے ہوں۔

عورت کے حقوق اس تفصیل و وضاحت کے بعد آیئے دیکھیں کہ اسلام نے عورت کو کیا حقوق عطا کئے ہیں۔ اور اس پر کون سی اخلاقی و تمدنی پابندیاں عائد کی ہیں جن کی بنا پر وہ معاشرے میں معزز رہتے ہوئے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کر سکتی ہو۔ اور نوخیز نسلوں کی بہتر سے بہتر تربیت کرتے ہوئے ایک صالح معاشرے کو پروان چڑھا سکتی ہو۔ یہ جائزہ اس کے لئے بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اسلام میں عورت کی صحیح حیثیت اور اس کے دائرۂ کار کا تعین کرنا دشوار ہے۔

عورت چونکہ تمدنِ انسانی کا مرکز، محور اور باغ انسانیت کی زینت ہے اس لئے اسلام نے اس کو باوقار طریقے سے وہ تمام حقوق عطا کئے جس کی وہ مستحق تھی۔ چنانچہ اس کو اپنے گھر کی ملکہ قرار دیا۔ دیگر بہت سی قوموں کے برعکس اپنا ذاتی مال و ملکیت رکھنے کا حق عطا کیا۔ شوہر سے ناچاقی کی صورت میں خلع کا حق دیا۔ نکاح ثانی کی اجازت دی۔ وراثت میں اسے حصہ دلایا۔ اور اسے بعض قوموں کی طرح نجس و ناپاک نہیں بلکہ معاشرے کی قابلِ احترام ہستی قرار دیا۔ غرض اس نے "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف" کہہ کر اس کے وہ تمام حقوق بحال کر دیئے جو اقوام عالم نے معطل کر دیئے تھے۔ یعنی دستور کے مطابق عورتوں پر جس طرح کی ذمہ داریاں ہیں اسی طرح ان کے حقوق بھی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے ذمے محض فرائض ہی فرائض ہوں۔ اور ان کا کوئی بنیادی حق ہی نہ ہو۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ "ہم زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی معاشرے میں ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ مگر جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا (خصوصی اہمیت کے ساتھ) تذکرہ کیا تب کہیں جا کر ہمیں احساس ہوا کہ ہم پر عورتوں کا بھی کوئی حق ہو سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو بخاری کتاب اللباس باب[۳۱])

محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پست طبقے کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے پر یہاں تک ابھارا کہ اس کو ایمان جیسی اعلیٰ ترین شے کا ضروری جزو قرار دے دیا۔

اکمل المومنین ایمانًا احسنھم خُلقًا وخیارکم خیارکم لنساءِ ھم۔

ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے ہوں۔ (ترمذی)

اسلام کی نظر میں عورت نجس و ناپاک یا پیروں تلے روندی جانے والی ہستی نہیں بلکہ دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی اور گراں مایہ شے ہے۔

الدنیا کلّھا متاعٌ، وخیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ

دنیا کل کی کل ایک اثاثہ ہے اور اس کا بہترین اثاثہ نیک سیرت بیوی ہے۔ (بخاری کتاب الادب باب ۸۶)

اسلام نے عورت کا مرتبہ یہاں تک بڑھایا کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنا خدا کے حقوق ادا کرنے کے برابر قرار دے دیا۔

ان لربك علیك حقًا، ولنفسك علیك حقًا، ولاھلك علیك حقًا، فاعطِ کل ذی حقٍ حقہ۔ یقینًا تجھ پر تیرے رب کا بھی حق ہے تیرے نفس کا بھی حق ہے اور تیری بیوی کا بھی حق ہے لہذا تو ہر ایک کا حق (پوری طرح) ادا کر (بخاری کتاب الادب۔ باب ۸۶)

اسلام کی نظر میں اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی عبادت اور جہاد کے برابر ہے حتیٰ کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے کا بھی اجر وثواب دیا جائے گا۔

إنك لن تُنفِق نفقةً تبتغي بها وجه الله إلا أجرت عليها في ما تجعل في فم إمرأتك

تم اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر جو بھی خرچ کرو گے اس کا اجر وثواب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس کا بھی۔ (بخاری۔کتاب الایمان باب ۴۱)

دنیا کی بعض قومیں عورت کو حائضہ ہونے کی صورت میں منحوس تصور کرتے ہوئے گھر سے باہر کر دیتی تھیں اسلام نے اس ظالمانہ اور جاہلانہ طریقے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اہل خانہ کے ساتھ رہ سکتی ہے اور سوائے مباشرت کے بقیہ تمام امور بیت انجام دے سکتی ہے۔

واصنعوا کل شیئٍ غیر النکاح (ابوداؤد۔کتاب الطہارۃ)

اسلام میں کسی بالغ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ باپ تک کو اپنی بالغ لڑکی کا نکاح زبردستی کسی کے ساتھ کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔

اذا زوج ابنتہ وھی کارھۃ فنکاحہ مردودٌ (ابوداؤد۔کتاب النکاح)

عورت کے فرائض | یہ عورت کے حقوق پر ایک اجمالی نظر ہے۔ اب عورت کے چند فرائض بھی ملاحظہ فرمائیے جو اسی طرح حقیقت پسندانہ ہے جس طرح کہ اس کے حقوق۔ اور اس کے حقوق و فرائض میں ہمیں کامل درجے کا توازن نظر آتا ہے۔ جس کی بنیاد پر ایک مضبوط خاندانی نظام تکمیل پاتا ہے۔ اور نوعِ انسانی کے ان آشیانوں سے حقیقی مسرتوں کے سرچشمے پھوٹتے ہیں۔ جو تمام ابدی سعادتوں کا منبع ہیں۔ اور نتیجے کے طور پر پورا معاشرہ امن و سکون کا سانس لیتا ہے۔ اور ملک و قوم کے بازو مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت اور سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ عورت اگرچہ اپنی بنیادی ضروریات کی ادائیگی کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ مگر اس کا اصلی دائرہ کار اس کے شوہر کا گھر ہے جس کی نگرانی اور دیکھ بھال کی وہ ذمہ دار قرار دی گئی ہے۔

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ والرجل فی اھلہ و ھو مسئول عن رعیتہ۔ والمراۃ راعیۃ فی بیت زوجھا و مسئولۃ عن رعیتھا۔

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ چنانچہ مرد اپنے اہل وعیال کے بارے میں ذمہ دار ہے۔ اور اس سے اس کی ذمہ داری سے متعلق پوچھا جائے گا۔ اسی طرح عورت بھی اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے۔ اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ بخاری کتاب الجمعہ باب ۱۱

اوپر گزر چکا ہے کہ مرد عورت کے اخراجات کا کفیل اور ذمہ دار ہے لہذا قدرتی طور پر عورت کو اس کے عوض میں شوہر کے گھر کی نگران اور ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ مگر عورت کی یہ تابعداری اس کے قیدی یا اسیر ہونے کی علامت نہیں بلکہ دراصل وہ گھر کی ملکہ ہے اور موجودہ دور کے فتنوں کو دیکھتے ہوئے اسی میں اس کی عافیت نظر آتی ہے۔

۲۔ جس طرح مرد سے کہا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنا خدا کے حقوق کی ادائیگی کے برابر ہیں اسی طرح عورت سے بھی کہا گیا کہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی خدا کے حقوق ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی مقدم ہے۔

لا تؤدّی المراۃ حق ربھا حتّٰی تؤدّی حق زوجھا۔ عورت اپنے رب کے حقوق ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے۔ (ابن ماجہ ابواب النکاح ۸۴)

اس بیان سے شوہر کے حقوق کی اہمیت اور تاکید دکھانا مقصود ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے حقوق پامال کرتے ہوئے اللہ کی عبادت میں بھی لگی رہے تب بھی اس کی عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔

۳۔ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔

ولا تاذنُ فی بیتہٖ الّا باذنہ (بخاری کتاب النکاح۔ باب ۸۶)

۴۔ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی سے کوئی ہدیہ قبول نہیں کر سکتی۔

لا یجوز لامراۃ عطیّۃٌ الّا باذن زوجھا (ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

۵۔ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہیں رکھ سکتی جب کہ اس کا شوہر گھر میں موجود ہو۔ کیونکہ اس کی وجہ سے مرد کے حقوق کی ادائیگی میں فرق آسکتا ہے۔

لاتصوم المرأۃ و بعلھا شاھدٌ الا باذنہ (بخاری۔ کتاب النکاح)

۶۔ جس طرح مرد کو اپنی شریک حیات کی دیکھ بھال اور اس کی خاطر و مدارات کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے اسی طرح عورت کو بھی اپنے خاوند کی رضا مندی کا خیال رکھنے اور اس کی نافرمانی و ناراضگی سے بچنے پر زور دیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کوئی عورت خاوند کو ناراض کر کے جنت میں نہیں جا سکتی۔

ایّما امرأۃٌ ماتت وزوجھا عنھا راضٍ دخلت الجنۃ: جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی رہا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گی۔ (ترمذی ابواب الرضاع)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں کہتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ عورتیں اپنے خاوند کی ناشکری کی بنا پر زیادہ تر دوزخ میں جائیں گی کیونکہ ان میں اپنے شوہروں کی ناشکری و نافرمانی کی عادت زیادہ ہوتی ہے۔ (جاری ہے)